© rasailojaraid.com

گیا تھا کہ جہاں اقتدار قانونی کارروائی کرنے کا راستہ نہ پا سکے، وہاں وہ اس ایکٹ کے ذریعے جرم ثابت کیے بغیر اپنے حریفوں پر غیر قانونی جبر کر سکے ——— وہاں حکومت اتنی عالی ظرف اور جمہوریت نواز ہو گی کہاں کہ وہ رائے عام کی ایک سنجیدہ صدائے احتجاج کو سن کر اپنے غلط اقدام پر شرمسار ہو اور اپنی ظالمانہ روش کی تلافی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ یہاں چنگیزیت اتنی عریاں ہے کہ اس کے خلاف صبر سے بہتر کوئی طریقِ احتجاج نہیں ہے۔ اور ہمارا ایمان یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن!

اپنی جگہ یہ حقیقت بہت واضح ہے کہ نظر بندانِ راہِ حق کی نظر بندی خود ایک خاموش مگر انتہائی مؤثر صدائے احتجاج بن چکی ہے۔ ایک طرف یہ نظر بندی پاکستان کے عام اسلام پسند عناصر کو نظامِ اسلامی کے نصب العین پر متحد کر رہی ہے۔ دوسری طرف اس نظر بندی کے ذریعے قراردادِ مقاصد کے مصنفین کی نیتوں اور عزائم کا بھید خوب اچھی طرح کھل رہا ہے۔ پھر یہ نظر بندی سیفٹی ایکٹ کے اندھے راج کی ناپاک فطرت کو نمایاں کر رہی ہے جو تعزیریں عاید کرتا ہے مگر کوئی فردِ جرم نہیں لگاتا اور تشدد کرتا ہے لیکن کھلی عدالت میں اپنے مظلومین کا سامنا نہیں کر سکتا۔

بہر حال یہ نظر بندی پاکستان کے حکمرانوں کے لئے بھی اور اسیرانِ راہِ حق کے لئے بھی اور اسلامی نظام کے جملہ آرزو مندوں کے لئے بھی ایک امتحان ہے جس میں یہ واضح ہو جائے گا کہ کون کیا ہے اور خدا اور اس کے دین سے کس کا معاملہ کیا ہے؟

اسلام نے دنیا پر ایک یہی احسان نہیں کیا کہ زندگی کی تعمیر و تنظیم کے لئے بہترین اصول فراہم کر دیئے اور سیاست و تمدن اور معیشت و معاشرت کا بہترین نظام مہیا کر دیا، بلکہ اس سے کچھ زیادہ دور رس احسان اس کا یہ تھا کہ اس نے اپنے غلبہ کے ہر دور میں انسانیت کو صالح اور پاکیزہ قیادت بہم پہنچائی ہے۔ اس نے سفرِ حیات کے لئے اقوامِ عالم کو بار بار مضبوط اور تیز رفتار گاڑی ہی بنا کر نہیں دی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس نے فرض شناس اور خدمت پیشہ اور ایثار کیش اور محنتی اور چابک دست اور ذہین ڈرائیور بھی تربیت کر کے دیئے ہیں۔ دنیا کی امامت و پیشوائی کے لئے ہمیشہ قوموں کے اس قیمتی جوہر اور عنصر کو کھینچ کر اوپر لاتا رہا ہے، جس کی فطرت بجائے خود بھی صالح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی اور جو اپنی صلاحیتوں کو صالحیت کے سانچے میں ڈھالنے والی تربیت کا پورا پورا اثر قبول کرنے والا تھا۔

صالح نظام اور صالح قیادت لازم و ملزوم کا تعلق رکھتی ہیں اور اسلام جب بھی نمودار ہوا ہے، دونوں نمونوں کو بیک وقت سامنے لے کے نمودار ہوا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ دعوت تو برا ہیمی ہو اور اس کی علمبرداری نمرود اور آلِ نمرود کریں، یا تحریک تو کلیمی ہو لیکن اس کے فروغ کے لئے قدرت نے فرعون، قارون اور ہامان کو منتخب کیا ہو، یا نظام تو قرآن کا ہو اور اسے چلانے کی ذمہ داری ابوجہل اور ابولہب کے کندھوں پر ڈالی گئی ہو۔ توحید کا علم کبھی مشرکین سے نہیں اٹھوایا گیا۔ اخلاق کا سبق دینے پر اوباشوں کو کبھی مامور نہیں کیا گیا، عصمتوں کی نگہبانی کا فریضہ کبھی بے آبرو لوگوں کے سپرد نہیں کیا گیا، اقامتِ صلوٰۃ کی ذمہ داری کبھی شراب خانے کے ساقی و پیرِ مغاں پر نہیں ڈالی گئی اور ایتائے زکوٰۃ کا ضامن کبھی سود خوروں کو نہیں قرار دیا گیا۔ اسلام کی دعوت اپنے مزاج کے مطابق داعی بھی خود تیار کرتی ہے۔ اسلام کی تحریک اپنی فطرت کے لحاظ سے مخصوص قسم کے سپاہی خود بناتی ہے اور اسلام کا نظام اپنے قیام و نفاذ کے لئے ایک صالح قیادت بھی اپنے اہتمام سے خود مہیا کرتا ہے۔ انسانی فلاح کے لئے ایک اچھے نظام کے ساتھ ایک اچھی قیادت کی ضرورت بالکل بنیادی ہے۔

کچھ زیادہ دیر نہیں گذری ——— تاریخ کے عین اسی دور کا واقعہ ہے جس کو آج ہم طے کر رہے ہیں ——— کہ عرب میں ایک شخص اس حال میں اٹھا کہ پوری دنیا نہ صرف یہ کہ نہایت غلط اصولوں کے تحت زندگی بسر کر رہی تھی بلکہ وقت کی تاریخ کی باگ ڈور انتہا درجہ کے ظالم اور فاسق و فاجر لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ اخلاق اور شرافت کو مشرق و مغرب کے ہر معاشرے میں ایوانِ اقتدار سے دھکے دے کر باہر نکالا جا چکا تھا اور خباثت و شیطنت امامت کی ساری مسندوں پر قابض تھی۔ اس شخص نے اس صورتِ حالات کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ اس نے پہلے اپنے خاندان، پھر اپنے شہر اور علاقے، پھر پورے عرب اور اس کے بعد روم و ایران کے سامنے ایک نیا اصول، نیا نصب العین اور نیا نظام پیش کیا۔ لیکن اس کی دعوت محض ایک شاعرانہ اور فلسفیانہ فکری تخیل پر مشتمل نہ تھی، بلکہ اس نے اپنے اصولوں کے مطابق اپنی شخصیت کو پورے کمال کے ساتھ تعمیر کر کے دکھایا، پھر اپنی شخصیت کے سانچے میں اپنے رفقا کی زندگیوں کو ڈھالا اور اپنے اصولوں کے مطابق ایک جماعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائم کر کے ایک فیصلہ کن انقلابی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اس انقلابی جدوجہد کے دوران جب اس نے ایک نئی صالح قیادت کو پروان چڑھایا، جو باطل سے جدوجہد کرتی ہوئی جب پورا ارتقا کر چکی تو سب سے پہلے اس نے مدینہ کی چھوٹی سی ریاست کو فسق و فجور کی امامت سے نجات دلائی اور پھر وہ جماعت اللہ کے فضل سے دنیا کی ایک متحدہ طاقت بن کے نکلی، یہاں تک کہ بین الاقوامی حیثیت سے معصیت کا اقتدار ایک ایک مورچے پر شکست کھاتا چلا گیا اور جہاں کہیں یہ صالح امامت فاتح بن کر اقتدار پر آئی وہاں درست تمدن پیدا ہوا اور اس نے مخصوص کیا کہ زندگی کے سارے مسائل کی تحلیل محض اپنی جگہ پر ٹھیک ہو گئی اور متوازن اور عادلانہ زندگی نے ہر گوشے میں عملاً کارفرما ہو گیا ہے۔ لیکن آگے چل کر جونہی اس قیادت میں اختلال آیا ظہر الفساد فی البر والبحر کی حالت از سر نو عود کرنے لگی۔

چند صدیاں پہلے کی یہ تاریخ — جسے ہم بجا طور پر کل کی تاریخ کہہ سکتے ہیں — اس حقیقت کی ناقابل تردید گواہی دیتی ہے کہ انسانی مشکلات کا حل صرف ایک پاکیزہ فلسفے اور ایک متوازن فکر ہی کا متقاضی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک صالح قیادت کے تحت تدبر کا بھی بہرحال منت کش ہے۔

آج کرۂ ارضی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ابنائے آدم کی زندگی کا روز بروز بڑھتا ہوا فساد جہاں اس وجہ سے ہے کہ وہ اصول اور نظام غلط ہے جس کے زیر سایہ ہم جی رہے ہیں وہاں لازماً اس وجہ سے بھی ہے کہ سیاست و تمدن اور معیشت و معاشرت کی باگ ڈور نہایت گھٹیا کیریکٹر کے انسانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ تہذیب حاضر نے یہی ظلم ہم پر نہیں توڑا ہے کہ خدا کی ہدایت، خدا کے قانون اور خدا کے دین کو نظام زندگی سے بے تعلق کر دیا ہے اور انسانوں کے لئے حدود فراموش مطلق العنان حاکمیت اور تشریع سازی کے حقوق تسلیم کر لئے ہیں، بلکہ اس نے مزید کرم یہ کیا ہے کہ زمین کی امامت و قیادت نااہل لوگوں کو تفویض کر دی ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نظام باطل کے ساتھ ایک صالح قیادت کا کوئی جوڑ سرے سے ہے ہی نہیں۔

یہ ایک نہایت ظالمانہ صورت حالات ہے کہ وہ لوگ جن کو ڈاکوؤں کی صف میں جگہ ملنی چاہئے، وہ خزانوں کے نگہبان بنائے گئے ہیں، جن لوگوں کی پوری زندگیاں جرائم کا مجموعہ ہیں ان کو عدالتوں کی کرسیوں پر بٹھا دی گئی ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو اس قابل ہیں کہ قومیں ان کو غدار شمار کریں، انہیں کو تختِ حکمرانی پر بٹھا دیا گیا ہے، وہ جو اپنے اقتدار کے لئے طبقات اور قوموں کو لڑا لڑا کر انسانی خون سے بار بار زمین کو رنگین کرنے کے مجرم ہیں، ان کو نقیبِ امن قرار دیا گیا ہے، وہ جن کا اخلاقی دیوالیہ پن اپنی آخری انتہا کو پہنچ چکا ہے، انہیں قوموں نے اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کے لئے معلم اخلاق اور ائمہ تہذیب بنا رکھا ہے! اس سے زیادہ دردناک منظر کیا ہوگا کہ سائنس نے اپنی تمام ایجادات، جماعتوں نے اپنی ساری منظم طاقتیں، انسانوں نے اپنے دل و دماغ کی قیمتی صلاحیتیں، اور سرمایہ و محنت نے اپنی ساری تخلیقی قابلیتیں زمین کے ہرچیہ بر شیاطینِ انس کی تحویل میں دے رکھی ہیں۔

اس حال میں امن کی خواہش کرنا، آزادی کے خواب دیکھنا، عدل اور انصاف کا تصور کرنا ایک ذہنی تفریح اور ایک لغو قسم کی خود فریبی کے سوا اور کیا حیثیت رکھتا ہے!

زمین کی دوزخ کو انسانوں کے جینے کے قابل بنانے کے لئے سرسری اور اوپری قسم کی تبدیلیاں اور انقلاب بے کار ہیں، اگرچہ اقوامِ عالم اسی قسم کی تبدیلیوں میں بار بار اپنے سرمایۂ قوت کو جھونک رہی ہیں۔ ہماری گذشتہ دو صدیاں تمام تر انقلابوں، تصادموں اور جنگوں میں بیتی ہیں اور ہر انقلاب کی بساط پر آدمی نے اپنے آپ کو اسی توقع پر داؤں میں لگایا ہے کہ شاید اس معرکۂ تغیر کے بعد زندگی صحیح ڈھب پر آ سکے گی لیکن افسوس کہ اس جواری نے اپنے یہ سارے داؤں بُری طرح ہر دیئے ہیں، اور اب یہ اندھا دھند مزید داؤں لگائے چلا جا رہا ہے۔

وہ تبدیلی جو پورے عالمِ انسانی کو موجودہ ہمہ گیر اضطراب سے نجات دلا سکتی ہے، وہ صرف ایسی تبدیلی ہو سکتی ہے جو نظامِ زندگی کی اصولی بنیادوں کو بدل سکے اور اس کے ساتھ ساتھ مشرق و مغرب کو شیاطینِ انس کی ناپاک قیادت سے کلیتہً آزاد کرانے کے لئے ایک صالح قیادت کو سامنے لا سکے۔

جماعت اسلامی تحریک ایسی ہی ایک ہمہ گیر اور اصولی تبدیلی کا پروگرام لے کے میدان میں آئی ہے۔ وہ ایک طرف اس فکر کو شکست دینا چاہتی ہے جس فکر کے محور پہ دورِ حاضر کا نظام اپنی مختلف شکلوں کے ساتھ چل رہا ہے اور وہ نظامِ حیات کی تعمیر نو کے لئے اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ اصول سامنے لا رہی ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی اسلامی فکر کے مزاج کے مطابق ایک نئی قیادت کو نشو و نما دے کر شیاطینِ انس سے تہذیب کی زمامِ کار سلب کر کے انسانیت کو

© rasailojaraid.com

جاہلیت کے اقتدار سے پوری طرح نجات دلانے کا پروگرام بنے رکھتی ہے۔ جماعت اسلامی کی انقلابی تحریک کے منصوبہ کا جتنا یہ جزو اہم ہے کہ انسانی حاکمیت و قانون سازی کی معصیت عظمیٰ سے بندگانِ خدا کو نجات دلا کر سیاست و تمدن کی ساری عمارت خدا کی بندگی و اطاعت اور خدا کی ہدایت کی پابندی کے اصل الاصول پر استوار کی جائے، اتنا ہی اس کا یہ جزو بھی اہم ہے کہ اقتدار کی باگیں خدا ناشناس اور اخلاق باختہ افراد اور جماعتوں اور قوموں سے چھین کر ایسے خدا ترس اور بلند سیرت انسانوں کے سپرد کی جائیں جو پوری زمین کا نمک ہوں۔

چنانچہ اگست ۱۹۴۱ء سے برِّ عظیم ہند میں جماعت اسلامی سیاست و تمدن کی اصلاح کے لئے اپنی دوگونہ تدابیر کو لے کر ابتدائی کام کرتی چلی آرہی ہے۔ وہ ایک طرف سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو مروجہ تہذیب کے اصول و فکر سے غیر مطمئن، بلکہ باغی بنا کر ان میں اسلامی اصول و فکر کے لئے گہرا ایمانی جذبہ پیدا کرنے میں مصروف ہے اور دوسری طرف اس اصول و فکر کے سانچے میں ڈھلنے والے صالحین کو ایک مرکز پر سمیٹ کر وہ منظم طاقت فراہم کر رہی ہے جو اسلام کے نظام صالح کے قیام کی صورت میں ایک قیادت صالحہ کی ضرورت کو پورا کرسکے۔ برِّ عظیم ہند کی تقسیم سے پہلے بھی جماعت کا مدعا یہی تھا اور آج تقسیم کے بعد انڈیا اور پاکستان کے دونوں خطوں کی دو جماعتوں کے سامنے بھی پروگرام یہی ہے

انڈیا اور پاکستان کے لئے انگریز خدا ناشناس اخلاق باختہ نے جو تہذیب اور جو سیاست اپنے ورثے میں چھوڑی ہے اس کا ناپاک ترین پہلو یہی ہے کہ ہمارے اندر قیادت کا ایک نہایت ہی غلط معیار عملاً پوری طرح رائج ہو چکا ہے اور ہم لوگ اس مہلک معیار کے اتنے عادی بھی ہو چکے ہیں کہ اسے بدلنے کی ضرورت کا احساس بہت ہی تھوڑے دنوں میں کارفرما ہے۔

مغرب کے عطا کردہ معیارِ قیادت کی رُو سے یہ اصول ہمارے ہاں پوری قبولیت حاصل کر چکا ہے کہ بیڈری اور دوسرے مناصب اعلیٰ کے امیدواروں میں زیادہ سے زیادہ دیکھنے کی چیز مہارت کار ہے لیکن ان کے سیرت و اخلاق کا تجزیہ کرنے اور دریافت کرنے کے لحاظ سے ان کو پرکھنے کی سرے سے ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا مہلک اصول مروجہ معیارِ قیادت نے ہمارے شہریوں کو یہ بھی سکھایا ہے کہ اربابِ قیادت کی پرائیویٹ زندگیوں پر تم کو نگاہ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تمہارا تعلق ان کی صرف پبلک لائف سے ہے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ دونوں باتیں نہایت غلط اور اجتماعی مفاد کے لئے نہایت درجہ مضر ہیں۔ سوچئے تو سہی کہ آپ گھر کا سودا سلف لانے کے لئے کوئی خادم یا دکان پر حساب کتاب لکھنے کے لئے کوئی منشی یا اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی اتالیق بھی رکھتے ہیں تو صرف کام کی اہلیت و قابلیت ہی کو نہیں دیکھتے، بلکہ لازماً سیرت و اخلاق کے لحاظ سے بھی اطمینان حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں لیکن یہ کیا عجیب بے اصولی ہے کہ جن لوگوں کو ہزاروں لاکھوں انسانوں کی فلاح و بہبود کا ضامن بنایا جا رہا ہو، جن کو ملک و قوم کی بے پناہ قوتوں پر پورا پورا قابو دیا جا رہا ہو اور جنہیں ایک قوم کی زندگی کے جہاز کو پار لگانے یا سمندر کی لہروں میں غرق کر دینے کے پورے اختیارات کے ساتھ ناخدائی سونپی جا رہی ہو، اس میں صرف فنی مہارتوں کو دیکھا جائے لیکن ان کے کیریکٹر کا پورا پورا جائزہ نہ لیا جائے ــــ درانحالیکہ ان کے کیریکٹر کی ہر کمزوری قومی مفاد کی تباہی کا ایک قطعی پیغام اپنے ساتھ رکھتی ہے!

اب دوسرے اصول کی لغویت پر غور کیجیے کہ ایک آدمی کو صرف جلوت کے اسٹیج پر دیکھنے کا حق دیا جاتا ہے، جہاں وہ نمائش کاری کے پورے فن سے کام لے کر دلکش ترین بہروپ بھر کے آتا ہے لیکن پبلک لائف کے اسٹیج سے ہٹ کر وہ خلوت کے پردوں میں کس طرز کی زندگی گذارتا ہے، اس سوال کو چھیڑنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ حق صرف اس بات کے دیکھنے کا دیا جاتا ہے کہ ایک شخص لیڈری کس خوبی سے کرتا ہے، لیکن اس بات پر توجہ کرنے کا حق نہیں دیا جاتا کہ وہ شخص کیسا باپ ہے، کیسا شوہر ہے، کیسا پڑوسی ہے، کیسا دوست ہے، کیسا شہری ہے، اس کی شخصی دلچسپیاں کیا کچھ ہیں، اس کی گھریلو زندگی کس حد تک پاکیزہ ہے، وہ معاملے اور لین دین میں کیسا ہے، راست بازی اور ایفائے عہد کے لحاظ سے اس کا مقام کیا ہے، شرم و حیا اور عصمت و آبرو کے پہلو سے اس کا درجہ کتنا بلند، کتنا پست ہے ــــ حالانکہ ان سارے امور کا جائزہ لئے بغیر اس بات کا کبھی صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ کون کیسا لیڈر ہے!

انسان اگر پبلک اور پرائیویٹ زندگیوں کے دو فرضی دائروں میں اپنے دل، اپنے دماغ، اپنے خیالات، اپنی خواہشات، اپنے اصولوں، اپنے نظریات، اپنے معمولات، غرضیکہ اپنی شخصیت کے تمام اجزا کو لباس کی طرح بدل سکتا ہو اور دونوں دائروں کے درمیان کوئی آہنی حد بندی قائم کر سکتا ہو، تب تو بات دوسری تھی لیکن اگر انسان اپنی شخصیت کی سعادت و نحوست کو ہر جگہ اپنے ساتھ لئے لئے پھرتا ہے اور وہ اپنے کردار و سیرت کے محاسن و معائب کا پورا پشتارہ ہمہ وقت پیٹھ پر لادے ہوتے ہے تو پھر پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف کی تقسیم کا خیال تک کرنا بدترین حماقت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری بدقسمتی کہ کانگریس اور مسلم لیگ اور دوسری تمام ضمنی جماعتوں اور تحریکوں نے مغربی معیارِ قیادت کے اِن دونوں بیہودہ اصولوں کو قبول کر کے ان کے مطابق اپنے عوام کی مسلسل کئی سال تک سخت غلط ذہنی تربیت کر ڈالی ہے :

جہاں یہ غلط معیارِ قیادت ایوانِ اقتدار پر بحیثیت پاسبان کے کھڑا ہو، وہاں بغیر کسی جھجک کے پست سے پست اخلاق کو ساتھ لے کر ایک شخص داخلے کا اجازت نامہ حاصل کر سکتا ہے اور موقع ہو تو بڑی سے بڑی مسندِ جاہ پر قابض ہو سکتا ہے۔ جہاں یہ پوچھ ہوتی ہی نہیں کہ تم "آدمی" کیسے ہو، بلکہ پوچھ صرف اس بات کی ہو کہ تمہاری زبان کس رفتار سے حرکت کر سکتی ہے، تم نعرہ کتنے زور سے لگا سکتے ہو، تم عوام کی نفسیات اور جذبات پر چھا جانے کی کتنی صلاحیت رکھتے ہو؟ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم جیل میں کتنا وقت گذار کے آئے ہو اور قومی ضروریات کے لئے تم نے کتنا مال یا وقت کبھی دیا تھا؟ ـــــ تو ظاہر ہے کہ اندر آنے والے لوگ لیڈری کے ماہر ضرور ہوں گے، لیکن انسانیت کے ماہر کبھی نہیں ہوں گے!

چنانچہ انڈیا اور پاکستان کے لاکھوں عوام کی زندگیوں سے سیاست کا جوا کھیلنے والے جو کھلاڑی دونوں مملکتوں کے ایوانہائے اقتدار کی مسندوں پر قابض ہیں، اُن کو اور جس لحاظ سے بھی جانچا گیا ہو، اُن کا اخلاقی معائنہ بہرحال کبھی نہیں کیا گیا۔

پریس چھاپنے سے انکاری ہے :-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن یہ ایک تاریخی عجوبہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی زندگی کی امامت انہیں لوگوں کے قبضے میں رہی جو اپنے اخلاقی افلاس اور اپنے ضمیر کے دیوالیہ پن کا پورا پورا ثبوت بہم پہنچا چکے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ ہندو، مسلم عوام کی یہ غلط فہمی بھی تھی کہ شاید اُن کے "بڑوں" کی پستیٔ اخلاق، ان کی بے ضمیری، اور ان کی خدا ناترسی صرف اس جنگ کو جیتنے والے آلات و اسلحہ ہیں جو ان کی حریف قوم کے خلاف لڑی جا رہی ہے، ان آلات و اسلحہ سے خود ان کو کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے، بلکہ دو قومی جنگ کے ختم ہوتے ہی ان کے اکابر یہ ہتھیار کھول دیں گے ـــــ اور اپنی قوم کے لئے ہمہ تن امانت کیش، ایثار پیشہ، فرض شناس، عدل پسند، و راست باز بن جائیں گے۔ مسلمانوں کی دشمنی کے اندھے

(باقی صفحہ ۲۷ پر)

© rasailojaraid.com